Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 36, Sr.No.98, 2015 pp 61 - 72

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۶، جنوری۔مارچ ۲۰۱۵ء، شمارہ ۹۸

کشمیر میں سکھ و ڈوگرہ عہد میں ہونے والے مظالم کا مختصر جائزہ

☆ڈاکٹر سردار اصغر اقبال ☆☆سردار ساجد محمود

Abstract:

After conquering the Punjab, Sikhs were much more concerned about the Kashmir because of its beauty and natural resources. Maharaja Ranjeet Singh succeeded to enter his forces in Kashmir through Pir Panjal on 1819. As a result Kashmir became under the control of Crown of Lahore by cutting down with Kabul . Sikh continued their occupation Since 1846 when British conquered the adjoined region and sold the Kashmir to Dogra Gulab Singh through Amritsir accord. The era from 1819-1846 is called as Sikh Period and 1846-1947 is known as Dogra period or Dogra Raaj . Both the periods of Sikh and Dogra contained a series of record brutalities on the people especially the muslims of Kashmir . Religions,ecnomical, political and social exploitation of the muslims was on its highest level. There were several types of taxes immposed on the people by personal Government of Maharajas.The people were faced by worst type of dictatorship during this period .The pupose of the study is to expose the brief history of atrocities made on muslims of Jammu (Including Poonch) and Kashmir during Sikh and Dogra raj.

Key words: Hisoty of Kashmir, Sikh period, Dogra period, Description and Analysis.

سکھوں نے انیسویں صدی کے آغاز سے ہی کشمیر پر نظریں مرکوز کر رکھی تھیں یہی وجہ ہے کہ ابتدائی دو ناکام مہموں کے بعد 1819 میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پیر پنجال کے راستے سے اپنی

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ کشمیریات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
☆☆ ڈائریکٹر، کشمیر سنٹر، لاہور

فوجیں وادی کشمیر میں داخل کیں۔ اس طرح کشمیر کابل سے کٹ کر سلطنتِ لاہور کے زیرِ نگیں آ گیا۔ سکھوں نے کشمیر پر 1819 سے لے کر 1846 تک اپنا تسلط برقرار رکھا۔ 1846 تا 1947 کا عہد ڈوگرا عہد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سکھوں اور ڈوگروں کے عہد میں ریاستی مسلمانوں پر جبر و تشدد کے پہاڑ کسی قیامت سے کم نہ تھے۔ ریاستی مسلمانوں کو زیر کرنے اور اپنے تسلط کو طول دینے کی غرض سے طرح طرح کے حربے آزمائے جاتے رہے جو تاریخ کا حصہ ہیں۔ مختلف قسم کے ٹیکسوں نے بالعموم تمام ریاستی عوام اور بالخصوص مسلمانوں کی زندگیوں کو اجیرن بنا رکھا تھا۔ اگرچہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ماسوائے ہوا کے کوئی بھی ایسی چیز نہ تھی جس پر ٹیکس نہ ہو۔ مذہبی آزادی کو سلب کیا گیا۔ حتیٰ کہ اس عہد میں پونچھ کے زندہ مسلمانوں کی کھالیں کھینچ کر درختوں کے ساتھ لٹکائی گئیں، کھالوں میں بھوسہ بھر کر سر دھڑ سے جدا کرتے ہوئے مختلف علاقوں میں نمائش کی گئی تاکہ کوئی بھی باغی سر نہ اٹھا سکے اور نہ اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کر سکے۔

تاہم کشمیری مسلمانوں نے سکھوں اور ڈوگروں کے دور میں شخصی راج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور فہم و فراست کے حامل افراد نے نا صرف ریاست بلکہ ریاست کے باہر سے بھی ریاستی مسلمانوں میں شعور کی بیداری میں کردار ادا کیا۔ اس مختصر مقالہ میں سکھ اور ڈوگرا عہد کے دوران مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ نوجوان نسل ماضی کے جان لیوا تجربات سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے مستقبل کی پیش بندی کر سکے۔

اگرچہ کشمیر میں سکھوں سے قبل افغانوں کے دورِ حکومت میں بھی کشمیری عوام پر بے شمار مظالم ڈھائے گئے مگر سکھوں کے عہد کو ظلم و بربریت کے عہد سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پنجاب میں اپنی مضبوط سلطنت قائم کی تو سرحدوں کو بڑھانے کی ہوس اور خطۂ کشمیر کے قدرتی حسن و زخائر پر قبضے کے لیے اس نے کشمیر کو بھی سلطنت پنجاب کے ساتھ ملانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ابتدائی طور پر دو مہمیں ناکام ہوئیں تاہم تیسری مہم میں اپنی فوج پیر پنجال کے راستے کشمیر میں داخل کرنے میں کامیاب ہوا اور نتیجتاً کشمیر کابل سے کٹ کر سلطنت لاہور کے کنٹرول میں آ گیا۔ سکھوں کا دور کشمیری مسلمانوں کے لیے کسی سانحۂ عظیم سے کم نہ تھا۔ یہ ایسا تاریک دور تھا جب مسلمانوں کی مذہبی آزادی سلب کر لی گئی۔ سری نگر جامع مسجد کے دروازوں کو مقفل کر دیا گیا اور مسلمانوں کے داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ گائے کے گوشت پر پابندی عائد کی گئی اور گاؤ کشی کی سزا موت مقرر کر دی گئی۔ گائے کو ذبح کرنے کے جرم میں مسلمانوں

کو سری نگر کی گلیوں میں گھسیٹا اور جلایا جاتا رہا تا کہ نشان عبرت بن سکیں۔ اس ضمن میں جسٹس محمد یوسف صراف کی تصنیف Kashmiris fight for Freedom سے حاصل کیا گیا درج ذیل اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے John B. Ireland کی روزانہ کی بنیادوں پر لکھی گئی ڈائری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

"A year ago, three Sepoys were flogged to death for killing a cow. No native dare appear before the King in a handsome dress, for fear the king will beg it away.
Major General Ralph young was told by Badri Nath, Chief Justice, that death sentence was awarded for cow-killing because the crime was most heinous." [1]

اذان پر پابندی عائد کی گئی اور پیسوں کے عوض نوکریوں کے نظام کو رائج کیا گیا۔ ٹیکسوں میں بے تحاشا اضافہ کیا گیا۔ مسلمانوں کی جان کی قیمت ہندوؤں کے مقابلہ میں نصف مقرر کی گئی تھی اور مسلمانوں کو کم تر سمجھا جاتا تھا۔ جس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے با آسانی کیا جا سکتا ہے۔

''مسلمانوں کی جان بے حد ارزاں تھی اگر کسی سکھ کے ہاتھ سے کوئی کشمیری مارا جاتا تو اسے 16 تا 20 روپے جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا جس میں سے اگر مقتول ہندو ہوتا تو اس کے پسماندگان کو چار روپے دیئے جاتے اور اگر مقتول مسلمان ہوتا تو اس کے پسماندگان کو دو روپے دیئے جاتے باقی رقم خزانہ سرکار میں جمع ہوتی۔'' [2]

بالا اقتباس اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ سکھوں کے دور سے ہی کشمیریوں کے قتل عام کی منظم سازشوں کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کی جان کی قیمت ہندوؤں کے مقابلے میں کم مقرر کیے جانے اور خزانہ سرکار میں پیسے جمع کروانے کے قانون کے پس پردہ دراصل سکھوں کو مسلمانوں کے قتل عام کی ترغیب دینا مقصود تھی۔ کشمیری مسلمانوں بالخصوص پونچھ کے غیور عوام نے جب 1832 کے دوران سکھوں اور ڈوگروں کے مظالم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو سدھن قبیلہ کے سرداروں سردار شمس خان، سبز علی خان اور ملّی خان کے علاوہ کئی افراد کی زندہ کھالیں کھینچ کر درخت کے ساتھ لٹکایا گیا اور بعد ازاں کھالوں میں بھوسہ بھر کر مختلف علاقوں میں گھمایا جاتا رہا تا کہ دوسروں کے لیے عبرت کا نشان بنایا جا سکے اور عوام خوف کا شکار ہو کر غلامی کی زندگی پر اکتفا کر سکیں۔ [3]

اس ضمن میں جسٹس محمد یوسف صراف کی تصنیف سے Vigne کے صفحہ 241 کے حوالے سے لیا گیا درج ذیل اقتباس پیش کیا جاتا ہے تا کہ پونچھ کی تاریخ میں رونما ہونے والے ظلم و تشدد کی

اس انوکھی مثال کو منظر عام پر لایا جا سکے جو دنیا کی تاریخ میں کہیں بھی دکھائی نہیں دیتی۔

"The executioner hesitated, and Gulab Singh asked him if he were about to operate up on his father or mother, and rated him for being so chicken-hearted. He then ordered one or two of the skins to be stuffed with straw., the hands were stiffened, and tied in an attitude of supplication; the corpse was then placed erect; and the head, which had been severed from the body, was reversed as it rested on the neck. The figure was then planted on the way-side, that passer-by might see it., and Gulab Singh called his son's attention to it, and told him to take a lesson in the art of Governing[۴]

مولوی میر عالم اپنی تصنیف تحریک آزادی کشمیر میں لکھتے ہیں کہ شمس خان اور ان کے بیٹے کے علاوہ جن دیگر مسلمانوں کی زندہ کھالیں کھینچی گئی ان کے نام درج ذیل ہیں۔

''سبز علی خان، ملی خان، اصغر خان آف چھوٹا گلہ، باز خان آف ہاڑی، بلند خان آف ہاڑی، میر باز خان آف بن جونسہ، کالو خان آف ہمروٹہ، فتح شیر خان آف ہمروٹہ، مہندی خان آف دھمنی، مزمل خان آف پلنگی، حیات خان آف جنڈالی، جمداد خان آف رہاڑہ اور امیر علی خان آف علی سوجل۔'' [۵] تاہم گلاب سنگھ نے اعتراف کیا کہ صرف تین سرکردہ رہنماؤں کی زندہ کھالیں کھینچی گئیں۔ اس ضمن میں جسٹس محمد یوسف صراف سر لارنس کے حوالہ سے یوں رقم طراز ہیں:

"Lawrence wrote: "During our interview, the Maharaja voluntteered an explanation of the grounds on which he had obtained the Character of a cruel tyrant, saying that in the **Suodan country**, the people had not put his garrisions to the sword but cut up many of the soldiers piece-meal and thrown their corpses to the dogs, that in punishment for such atrocities and precuention of them for the future, he had falyed three ring leaders" 6

ڈوگرہ عہد 1846 سے 1947 تک رہا، اس دوران مہاراجہ گلاب سنگھ، مہاراجہ رنبیر سنگھ، مہاراجہ پرتاب سنگھ اور مہاراجہ ہری سنگھ ڈوگرہ حکمران رہے۔ ڈوگرا دور کی مجموعی صورتحال کا جائزہ لینے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی خالصتاً آمرانہ سوچ نے ریاست میں ایک آمرانہ نظام کی بنیاد رکھی۔ مسلمان جو کل آبادی کا تقریباً 78 فی صد تھے کا مذہبی،

معاشی اور معاشرتی استحصال اپنے عروج کو پہنچا، فرقہ ورایت کو فروغ دیا گیا اور مسلمان اکثریت کو ہندو اقلیت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا معمول تھا۔ ملازمتوں میں مسلمانوں کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر تھی حتیٰ کہ سرکاری ملازمتوں کے راستے مسلمانوں پر مکمل طور پر بند تھے اور ایک منظم سازش کے تحت مسلمانوں کو تعلیم کے زیور سے محروم کر رکھا تھا۔ ۷ 29 اپریل 1865 کو سری نگر میں نہتے مزدوروں کو گولی مار کر سینکڑوں کی تعداد میں زخمی کیا گیا اور 28 افراد کو دریا برد کر دیا گیا۔ ۸ مسلمانوں کی زندگی ٹیکسوں کے بوجھ تلے دب کر رہ گئی تھی۔ گلاب سنگھ ہی کے دور میں بیگار کو کشمیری عوام پر مسلط کیا گیا۔ اس ضمن میں پروفیسر محمد سرور عباسی کی تصنیف تحریک پاکستان کے سیاسیات کشمیر پر اثرات سے حاصل کیا گیا درج ذیل اقتباس ضبط تحریر میں لایا جانا مناسب ہو گا جس میں ڈوگرا عہد کے مظالم کی بھرپور عکاسی کی گی ءہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ''ریاست کا چھوٹے سے چھوٹا ملازم چند مخصوص افراد کے سوا جس آدمی کو چاہتا زبردستی اور بلا اجرت باربرداری کے لیے ہانک لیتا۔ ان مظالم پر حرف شکایت لانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ بنیادی شہری حقوق کا تصور قطعی ناپید تھا۔ پریس اور پلیٹ فارم پر پابندی تھی۔'' ۹

قائدِ کشمیر کے مصنف بشیر احمد قریشی مرحوم نے سر والٹر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ'' جب سر والٹر نے بندوبست اراضی کا کام شروع کیا تو اس وقت ہوا اور پانی کے سوا ہر چیز پر ٹیکس تھا یہاں تک کہ گورکن کو بھی ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔ آگے چل کر سر فرانسیس ینگ ہسبنڈ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حتیٰ کہ ''قلیوں کو بھی اپنی قلیل ترین مزدوری میں سے سرکاری آدمیوں کو حصہ دینا پڑتا تھا۔ آلڈوس ہکسلے کے مطابق کشمیر میں نصف درجن انسانوں کے ذریعے ریہڑہ کھنچوانا بیل یا گھوڑے کو جوتنے سے زیادہ سستا ہے اور انسانوں پر حیوانوں سے بڑھ کر یہ تشدد انسانیت کی تذلیل ہے۔

مشہور کشمیری مورخ پنڈت پریم ناتھ بزاز نے تاریخ جدوجہد آزادی میں لکھا ہے کہ 1877 کے قحط کے دوران کشمیریوں کی طرف سے مہاراجہ رنبیر سنگھ کے خلاف ایک یادداشت پیش ہوئی جس میں یہ کہا گیا تھا کہ بے شمار مسلمانوں کو اخراجات سے بچنے کے لیے کشتیوں کے ذریعے دریا میں غرق کر دیا گیا۔ بزاز لکھتے ہیں کہ ہندو اس لیے معزز تھا کہ وہ ہندو تھا اور مسلمان محض اس لیے ذلیل تھا کہ وہ مسلمان تھا۔ ۱۰

1929 میں سیاسی معاملات کے ریاستی وزیر سر ایلین بنرجی نے بھی لاہور ایسوسی ایٹڈ پریس کے سامنے کشمیری مسلمانوں کی ابتر حالت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ ریاست کی غالب اکثریت

مسلمانوں پر مشتمل ہے جو بالکل ان پڑھ ہے اور غربت و افلاس میں ڈوبے ہوئے ہیں اور انہیں ڈھور ڈنگروں کی طرح چلایا جاتا ہے۔ [۱۱]

معروف کشمیری رہنما چوہدری غلام عباس مرحوم اپنی تصنیف ''کشمکش'' میں آلڈوس ہکسلے کے بیان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ '' آلڈوس ہیکسلے ایک بین الاقوامی شہرت رکھنے والا مصنف ہے۔اس نے اپنی سیاحت کے جو تاثرات زیب قرطاس کیے ان میں کشمیر کے متعلق دو اہم باتیں مذکور ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ'' میں دورانِ سیاحت کشمیر موٹر کار سے جس جگہ گیا وہاں میں نے راستہ میں قدم قدم پر گائیں بیٹھی ہوئی پائیں۔کار کے اپنے شور، ہارن پر ہارن بجانے اور شوروغوغا کرنے کے باوجود یہ گائیں اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کرتی تھیں۔شاید ان کو اپنے مذہبی تقدس اور اپنی مامونیت کا احساس تھا۔ دوسرے یہ کہ میں نے کشمیر میں جو ایک اور افسوسناک بات دیکھی وہ یہ تھی کہ وہاں بار برداری کے لیے حیوانوں کے بجائے انسانوں سے کام لیا جاتا ہے۔ میں نے خود دیکھا کہ انسان چھکڑوں کو حیوانوں کی طرح کھینچے جا رہے ہیں۔جن پر سینکڑوں من بوجھ لدا ہے اور پھر غلامی کی وجہ سے اتنے قانع ہیں کہ چھکڑوں کو کھینچتے وقت گیت گاتے چلے جاتے ہیں۔'' [۱۲]

جوزف کاربل اپنی تصنیف Danger in Kashmir میں لکھتے ہیں:

> "The state police ruled mercilessly. For minor offenses people were thrown in Jail, often without trial. As late as the 1920's it was a capital offense for a muslim to kill a cow, later, the penalty was reduced to ten years of imprisonment and still later to seven years (section 219 of the state penal code)." 13

بالا اقتباسات اس حقیقت کو آشکار کرتے ہیں کہ ڈوگرا عہد میں انسانیت کی تذلیل اپنے عروج پر تھی حتیٰ کہ گائیں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی حالت زار کا اندازہ بھی باآسانی کیا جا سکتا ہے جو انسان تو تھے مگر بس برائے نام کیونکہ جو مقام گائے کو حاصل تھا مسلمان اس سے کوسوں دور تھے۔ الغرض مسلمانوں کے لیے عزت کی روٹی محال ہو کر رہ گئی تھی۔حیوانوں کے بجائے انسانوں سے کام لینے کو ترجیح دی جاتی تھی۔ اگرچہ آج کے دور جدید میں بھی شہری منڈیوں میں وہی پرانا اور فرسودہ طریقہ کار موجود ہے جو بلاشبہ انسانیت کی تذلیل کا ثبوت اور ملکی نظام کی خرابیوں و معاشی ناہمواریوں کی واضح نشاندہی کرتا ہے تاہم آج کا آلڈوس ہیکسلے بھی خاموش دکھائی دیتا ہے اور ذمہ دار افراد بھی چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔آج بھی بار برداری کے لیے پاکستان کی بڑی بڑی منڈیوں میں نا صرف

کشمیری مہاجرین کی ایک بڑی تعداد بلکہ ان کے دیکھا دیکھی بے روزگاروں کی ایک کثیر تعداد چھکڑوں اور ریڑھوں کو کھینچ کر گزارہ کرنے پر مجبور ہے۔ حالانکہ آج کا کشمیری اور پاکستانی میں نہ تو غلامی کی زندگی پر مجبور ہے اور نہ ہی ڈوگروں کی حکمرانی مگر ماسوائے افسوس کہ کیا کہنا کہ آج بھی بدقسمتی سے ہماری حکمرانی کے طریقہ کار میں خاطرخواہ تبدیلی آئی ہے اور نہ ہی عوامی سوچ ومزاج میں کوئی بڑا بریک تھرو ہوسکا ہے۔ یہ نا صرف پاکستانی حکمرانوں بلکہ پاکستان میں مقیم کشمیری مہاجرین کے نمائندوں کے لئے کسی المیہ سے کم نہیں جو مہاجرین کے نام پر آزاد کشمیر حکومت سے فنڈز لے کر اپنی جائیدادوں میں اضافہ کرنے میں مصروف کار ہیں۔

ریاستی مسلمانوں کی حالت زار کو زیر بحث لاتے ہوئے چوہدری غلام عباس مرحوم یوں رقمطراز ہیں:

”ریاست کا مسلمان اخلاقی، ذہنی، معاشرتی، مذہبی اور اقتصادی طور پر قریباً ناکارہ اور عضو معطل بن چکا تھا۔ صداقت، شرافت، جرأت ومقابلہ، مقاتلہ حق گوئی و بیباکی، باہمی اخوت، ہمدردی، اتفاق، اشتراکت کے تمام خصائص انسانی ایک ایک کر کے قدرت نے اس سے چھین لیے کیونکہ وہ مجبوری اور ناکامی پر خود قانع ہو چکا تھا اور بجائے اس کے کہ وہ تعبد وغلامی کی زنگ آلود اور کڑی زنجیروں کو توڑنے کی کوشش کرتا اس نے اپنے اہل وعیال اور آئندہ نسلوں کے لیے ناقابل فخر غلامانہ زندگی پر قناعت کر لی اور وہ اسلامی روایات اور آزاد قوموں کے حالات کو یکسر بھول گیا۔ قصہ کوتاہ ریاست کا مسلمان غلامی کی آخری سرحد بھی پھاند چکا تھا۔“ ۱۴ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش موجود نہیں کہ کشمیری مسلمانوں نے جس ہمت وحوصلے اور صبر کے ساتھ ڈوگرہ آمریت کا مردانہ وار مقابلہ کیا اس کی انسانی تاریخ میں مثال کم ہی ملتی ہے۔ اس ضمن میں ٹائنڈیل بسکو نے اپنی تصنیف "Kashmir in Sunlight & Shade" میں لکھا ہے کہ ”جس ظلم اور بربریت کو کشمیری عوام نے برداشت کیا اگر برطانوی قوم کو اس کا سامنا ہوتا تو ممکن ہے کہ ہم اپنی مردانگی تک کھو دیتے۔ ۱۵ مہاراجہ پرتاب سنگھ کے دور حکومت میں غیر ریاستی باشندوں کو سرکاری ملازمتوں میں لیا گیا اور اعلیٰ عہدوں پر پنجاب سے ملازمین کو مسلط کیا گیا۔ ۱۶ مہاراجہ ہری سنگھ اگرچہ کسی حد تک تعلیم یافتہ اور روشن خیال تصور کیا جاتا تھا مگر اسی فرسودہ اور ظالمانہ نظام کا پیروکار ثابت ہوا جس کی بنیاد مہاراجہ گلاب سنگھ نے ڈالی تھی۔ حالانکہ مہاراجہ ہری سنگھ نے اقتدار سنبھالتے وقت یہ کہا تھا کہ میں ہندو ضرور ہوں مگر بحیثیت حکمران میرا مذہب انصاف ہے۔ ۱۷

اس میں کوئی شک نہیں کہ مہاراجہ ہری سنگھ نے جہاں نظام کی بے شمار خرابیوں میں اصلاح کی کوشش کی وہاں 13 جنوری 1927 کو ''پشتینی رعایائے ریاست'' کے نام سے قانون کا نفاذ در حقیقت کسی کارنامہ سے کم نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسی قانون کی وجہ سے ریاست کسی حد تک بیرونی سرمایہ کاروں اور غیر ریاستی باشندوں کی آباد کاری سے محفوظ رہی ورنہ اسرائیل کی طرز پر کشمیر کی مسلم آبادی کو بھی آج تک ہندو اکثریت میں تبدیل کر دیا گیا ہوتا۔ اگر چہ تقسیم ہند کے دوران ہندو مسلم فسادات اور بڑے پیمانے پر ہجرت کرنے والے ہندوؤں کی اکثریت کو جموں میں منظم سازش کے تحت آباد کرتے ہوئے جموں کو ہندو اکثریتی صوبہ میں تبدیل بھی کر دیا گیا ہے تاہم اس میں دیگر محرکات بھی ہیں۔ بہر صورت مذکورہ بالا قانون ہی کی رو سے ریاست کی تمام آسامیوں پر صرف باشندگان ریاست کو ہی مقرر کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ لیکن عملاً انتظامیہ کے بڑے عہدوں پر راجپوتوں اور ادنیٰ آسامیوں پر کشمیری پنڈتوں نے اجارہ داری قائم کر لی۔ ۱۸

مہاراجہ نے راجپوتوں کو معیار قابلیت کے بغیر معقول اور ذمہ دار عہدوں پر فائز کیا۔ فوج کا بہت بڑا حصہ انہی پر مشتمل تھا۔ ان کے علاوہ کانگڑہ کے راجپوتوں، نیپالی گورکھوں اور پنجابی سکھوں کو تو فوج میں بھرتی کیا جاتا لیکن اہل وادی کی فوج میں بھرتی پر مکمل طور پر پابندی عائد کی گئی تھی۔ ۱۹

''قانون تحفظ زمیندارہ'' کا نفاذ بھی مہاراجہ کی عوام دوستی کا ثبوت ہے اور اس قانون کے نفاذ پر ناصرف روزنامہ ''زمیندار'' لاہور نے اپنی 23 نومبر 1926 کی اشاعت میں ایک اداریہ لکھا جس میں مہاراجہ کی عوام دوستی کا اعتراف کیا گیا بلکہ آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی دسمبر 1926 دہلی میں منعقد ہونے والے اپنے اٹھارہویں سالانہ اجلاس میں مذکورہ قانون کے نفاذ کے ضمن میں مہاراجہ ہری سنگھ کا شکریہ ادا کیا۔ بیگار کی منسوخی، قانون انتقال اراضی، محکمہ انصاف کو نظم ونسق سے علیحدہ کرنا، سماجی برائیوں کے خلاف انسدادی قوانین کا نفاذ مہاراجہ ہری سنگھ کے دورِ حکومت کے اہم اقدامات تھے۔ ان اقدامات اور مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے پروفیسر محمد سرور عباسی کی تصنیف کشمیری مسلمانوں کی جدوجہد آزادی سے حاصل کیا گیا درج ذیل اقتباس حقائق کی صحیح معنوں میں ترجمانی کرتا ہے جس میں موصوف نے مختلف حوالوں کی مدد سے احسن انداز میں اس وقت کے حالات کی منظر کشی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''یہ اقدامات اور اصلاحات عمدہ اور مفید تھیں اور اس وقت کے لحاظ سے ان کی بہت اہمیت تھی لیکن ریاست کی پریشان اور بدحال آبادی کی اصلاح وترقی کے لیے ان کی حیثیت آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ مسلمان غیر معمولی مصائب کا شکار تھے اور نظام حکومت کی

بدعنوانیوں اور ہندو عمال کی چیرہ دستیوں سے ان کی انفرادیت مسخ ہو چکی تھی۔ انہیں دوبارہ آدمیت کی سطح پر لانے کے لیے زبردست اصلاحات کی ضرورت تھی۔ تحریر و تقریر، جماعت سازی اور مذہبی آزادی سے پابندی اٹھانے کی ضرورت۔ ریاست کی اقتصادی، تعلیمی، تجارتی اور تمدنی ترقی میں شامل کرنے کی ضرورت۔ نظام حکومت کو بدعنوانیوں سے پاک کرنے اور انہیں بلحاظ آبادی نظم و نسق میں شریک کرنے کی ضرورت اور زمینوں پر آنکہ مالکانہ حقوق تسلیم کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ تمام امور مہاراجہ کی فوری توجہ کے مستحق تھے لیکن ان کا تصفیہ کرنے میں اس نے تساہل اور غفلت کا ثبوت دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وسعت نظر سے عاری، نا اہل مشیروں اور خوشامدی درباریوں نے مہاراجہ کے گرد ایک حصار کھڑا کر دیا تھا اور رعایہ کے ساتھ اس کا رابطہ ٹوٹ گیا تھا۔ ۲۰

1924 میں مہاراجہ ہری سنگھ کی حکومت سے ایک سال قبل سری نگر میں ریشم کے کارخانے کے مزدوروں نے شرح مزدوری میں اضافے اور ناانصافیوں کے خلاف ہڑتال کی جسے بغاوت کا نام دے کر سختی سے کچلا گیا۔ جو اس امر کا غماز ہے کہ بنیادی حقوق کے لیے آواز بلند کرنا سنگین جرم تصور کیا جاتا تھا۔ ۲۱

1927 سے قبل حکومت اور فوج کی ملازمتوں میں مسلمانوں کے لیے راستے مکمل طور پر بند تھے کیونکہ صرف مقامی پنڈت ہندو اور سکھ ہی حکومت کے اہم اور منافع بخش عہدوں پر فائز رہے۔ اسی طرح ریاستی فوج پر بھی انہی لوگوں کا قبضہ رہا۔ سیاسی سطح پر بھی مہاراجہ کی مہربانیاں اور نوازشات صرف اور صرف پنڈتوں، ہندوؤں اور سکھوں تک ہی محدود تھیں۔ حتیٰ کہ 1931 میں مہاراجہ نے تین سیاسی پارٹیوں کے قیام کی اجازت دی مگر مسلمان جہاں تھے وہیں رہے۔ ۲۲

کشمیری مسلمانوں پر مظالم اور ناانصافیوں پر مبنی تاریک رات کا خاتمہ نہ ہو سکا بلکہ مذہبی معاملات میں مداخلت کے پے در پے واقعات نے مسلمانوں میں بے چینی کی کیفیت پیدا کر دی اور مسلمانوں نے مہاراجہ ہری سنگھ کے خلاف کلمۂ حق بلند کیا جس کی پاداش میں 13 جولائی 1931 کو مظاہرین پر ناحق گولیاں برساتے ہوئے 22 مسلمانوں کو شہید کیا۔ کشمیری مسلمانوں کو بنیادی حقوق کی فراہمی کے بر عکس تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ 1931 کے المناک سانحہ کے بعد بھی سینکڑوں کی تعداد میں کشمیری مسلمانوں کو شہید کیا گیا ۲۳۔ اور بعد ازاں ڈوگرا مہاراجہ ہری سنگھ اور نہرو گٹھ جوڑ کے نتیجہ میں تقسیم ہند کے وقت کشمیری عوام بالخصوص مسلمانوں کا قتل عام کیا جو دراصل مہاراجہ ہری سنگھ کے کٹر ہندو ہونے کا واضح ثبوت ہے اور اس حقیقت کا اعتراف از خود مہاراجہ کے بیٹے کرن سنگھ نے بھی اپنی سوانح حیات

میں ان الفاظ میں کیا کہ ''باپوکٹر قسم کے ہندو تھے''۔۲۴؎

مختلف مورخین اور محققین کے مختلف حوالہ جات کی روشنی میں عیاں ہے کہ سکھ اور ڈوگرا عہد میں نا صرف بالعموم کشمیری عوام اور بالخصوص مسلمانوں کا بری طرح استحصال کیا گیا بلکہ انسانیت کی تذلیل اپنے عروج پر تھی۔ آمرانہ نظام رائج تھا۔ قانون نام کی چیز نہ تھی بلکہ قوانین کا اطلاق ہندو اور مسلمانوں پر یکساں نہیں کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کو تعلیم اور سرکاری ملازمتوں سے محروم رکھا جاتا تھا اور حکومت انہیں کسی بھی طرح سے انسان تصور کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھی۔ اس حقیقت کا اعتراف از خود مہاراجہ ہری سنگھ کے عہد میں ۱۹۲۹ کے دوران ریاستی وزیر برائے سیاسی آمور سرایلین بنرجی نے لاہور ایسوسی ایٹڈ پریس کے سامنے کیا۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ محققین و مصنفین سرلارنس، سروالٹر، سر فرانسس ینگ ہسبنڈ، الڈوس ہکسلے، جان بی آئر لینڈ، ٹائنڈیل بسکو، ویکفیلڈ اور جوزف کاربل نے کشمیری پر ڈھائے جانے والے مظالم کو بے نقاب کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے معروف کشمیری مورخ پنڈت پریم ناتھ بزاز اور کشمیری رہنما چوہدری غلام عباس نے ڈوگرا عہد میں کشمیری مسلمانوں کی حالت زار کو نہایت عمدہ طریقے سے عیاں کیا ہے۔ جسٹس محمد یوسف صراف کی کتاب Kashmiris fight for freedom، کشمیری مسلمانوں کی جدوجہد آزادی از پروفیسر محمد سرور عباسی، کشمیری مسلمانوں کی جدوجہد، منتخب دستاویزات از مرزا شفیق جرال، قائد کشمیر از بشیر احمد قریشی اور دیگر تصانیف کے حوالوں سے کشمیری مسلمانوں کے مذہبی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی استحصال کا جائزہ لیا گیا ہے۔

☆☆☆☆

حواشی

1- Justice Muhammad, Yousaf Saraf, Kashmiris fight for Freedom, Vol-1, P.240.

۲۔ راجہ سجاد لطیف، مطالعہ کشمیر، ص:۶۲

۳۔ ایضاً

4- Justice Muhammad, Yousaf Saraf, Kashmiris fight for Freedom, Vol-1, P.88.

۵۔ مولوی میر عالم خان، تحریک آزادی کشمیر، ص:۹۷

۶۔ جسٹس یوسف صراف، ص:۸۸

۷۔ پروفیسر محمد سرور عباسی، تحریک پاکستان کے سیاسیات کشمیر پر اثرات، ص:۱۸

۸۔ مرزا، شفیق حسین کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد 1939-1931، منتخب دستاویزات، قومی ادارہ برائے تحقیقی تاریخ وثقافت، اسلام آباد، ص:۶

۹۔ پروفیسر محمد سرور عباسی، تحریک پاکستان کے سیاسیات کشمیر پر اثرات، ص:۱۸

۱۰۔ بشیر احمد قریشی، قائد کشمیر،، ص:۱۰

۱۱۔ ایضاً، ص:۱۰۔۱۱

۱۲۔ چوہدری غلام عباس، کشمکش،، صفحہ،۴۴

13- Danger in Kashmir, By, Josef Korbel, Oxford University Press, Karachi, Pakistan,p-15

۱۴۔ چوہدری غلام عباس کشمکش، صفحہ،۴۵

15- Tyndale Bisco, C,F, Kashmir in Sunlight & Shade, London, 1922, P-79.

16- Pandit, Prem Nath Bazaz, Struggle for freedom in Kashmir, P-172.

17- Wakefield, G.E.C, Recollections, Lahore, 1943, P-193.

18- Pandit, Prem Nath Bazoz,Struggle for freedom in Kashmir, P-145,146.

۱۹۔ پروفیسر محمد سرور عباس، کشمیری مسلمانوں کی جدو جہد آزادی، انسٹی ٹیوٹ آف کشمیر سٹڈیز آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی مظفر آباد، ص:۵۶

۲۰۔ پروفیسر محمد سرور عباس، کشمیری مسلمانوں کی جدو جہد آزادی، انسٹی ٹیوٹ آف کشمیر سٹڈیز آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی مظفر آباد، ص:۵۶،۵۵

۲۱۔ مرزا، شفیق حسین، کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جدو جہد 1939-1931، منتخب دستاویزات، قومی ادارہ برائے تحقیقی تاریخ وثقافت، اسلام آباد، ص:۶

۲۲۔ مرزا، شفیق حسین، کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جدو جہد 1939-1931، منتخب دستاویزات،، قومی ادارہ برائے تحقیقی تاریخ وثقافت، اسلام آباد، ص:۷

۲۳ سردار ساجد محمود، مضمون و کتابچہ بعنوان شہدائے کشمیر سے قرارداد الحاق پاکستان تک، جموں و کشمیر لبریشن سیل، مظفر آباد

۲۴ سردار ساجد محمود، مضمون، نام نہاد الحاق کی حقیقت، از، سردار ساجد محمود، روز نامہ جموں وکشمیر، اسلام آباد، 27 اکتوبر 2014ء